یہ کہانی اُن آوازوں کی ہے
جنہیں خاموش رہنے پر مجبور کیا گیا...!

سچ دبایا جا سکتا ہے
مٹایا نہیں جا سکتا...!

خاموش بغاوت

از قلم:
اقرا قریشی

ثنا
اس کی خاموش چیخ
آج بھی زندہ ہے...

مکمل ناول

خاموش بغاوت

اقراء قریشی

جب سچ بولنا جرم بن جائے.

یہ کہانی کسی ایک شخص کی نہیں۔

یہ کہانی ان ہزاروں آوازوں کی ہے جو ہر روز کلاس روم، ہاسٹل، اور کینٹین میں دب جاتی ہیں۔

یہ کہانی اس وقت شروع ہوتی ہے جب ایک یونیورسٹی، جو علم کا مندر کہلاتی تھی، سیاستدانوں، ٹھیکیداروں اور جعلی لیڈروں کا اڈا بن جاتی ہے۔

جہاں فیس بڑھتی ہے، سہولت نہیں۔

جہاں سوال کرنے والے کو "بدتمیز" کہہ کر خاموش کر دیا جاتا ہے۔

جہاں سچ لکھنے والے کا قلم توڑ دیا جاتا ہے۔

یہاں ایک لڑکا ہے—*عمار*۔

اس کے پاس صرف غصہ ہے، اور ایک سوال: _"کیا ایک آواز نظام بدل سکتی ہے؟"_

یہاں ایک لڑکا اور ہے ـــــ *سہل*۔

وہ آگ نہیں، راستہ ڈھونڈتا ہے۔ وہ جانتا ہے، بغاوت بندوق سے نہیں، لوگوں کو جوڑنے سے ہوتی ہے۔

اور یہاں ایک لڑکی ہے ـــــ *محمل*۔

اس کے پاس بندوق نہیں، صرف کی بورڈ ہے۔

اور وہی کی بورڈ، اس نظام کی سب سے بڑی کمزوری بننے والا ہے۔

ان کے سامنے کھڑا ہے *زیرک خان* ـــــ چمکدار مسکراہٹ والا لیڈر، جس کی جیب میں طلبہ کا مستقبل اور ہاتھ میں باہر کے سیاستدانوں کے تار۔

یہ ناول *"خاموش بغاوت"* ہے۔

یہ ناول ان لوگوں کے بارے میں ہے جو چیخ کر نہیں بولتے، مگر ان کی خاموشی پورے کیمپس کو جگا دیتی ہے۔

یہ اہم کردار بننے کی کہانی نہیں ہے۔

یہ کہانی ہے اس وقت کی جب عام طلبہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اب خاموش نہیں رہنا۔

کیونکہ جب حساب مانگا جائے، تو خاموشی توڑنی پڑتی ہے۔

==========

کمرہ نمبر 7 میں ہوا بھی خاموشی سے ڈرتی تھی۔
سامنے جج کی کرسی، دائیں طرف سرکاری وکیل، بائیں طرف دفاع میں بیٹھا ایک نوجوان وکیل جس کی فیس شاید اس نے خود نہیں دی تھی۔

اور درمیان میں —— کٹہرے میں —— *عمار*۔

ہاتھوں میں ہتھکڑی نہیں تھی، مگر چہرے پر وہ بوجھ تھا جو ہتھکڑی سے بھی بھاری ہوتا ہے۔

"ملزم عمار علی،" سرکاری وکیل کی آواز گونجی، "آپ پر الزام ہے کہ آپ نے نورانسٹیوٹ کے سٹوڈنٹ لیڈر زیرک خان کو عوامی جلسے میں بدنام کیا، تشدد پر اکسایا، اور یونیورسٹی کی ساکھ کو نقصان پہنچایا۔ آپ کا جواب؟"

عمار نے نظریں اٹھائیں۔

کمرے میں بیٹھے لوگوں میں * سہل * تھا، چہرے پر بے بسی۔

اور کونے میں کھڑی * محمل * تھی، ہاتھ میں ایک پرانی ڈائری، انگلیاں سفید پڑ چکی تھیں۔

"جج صاحب،" عمار

سوال۔

میں نے پوچھا تھا کہ 2 کروڑ روپے 'ایونٹس' کے نام پر کہاں گئے؟

اگر سوال کرنا جرم ہے، تو میں مجرم ہوں۔"

ہال میں سرگوشی پھیل گئی۔

جج نے قلم روکا۔

"آپ کے پاس ثبوت ہے؟"

عمار نے محمل کی طرف دیکھا۔

محمل آگے بڑھی، ڈائری جج کے سامنے رکھ دی۔

"یہ زیرک خان کے دستخط ہیں۔ یہ اسی کی آواز کی ریکارڈنگ ہے۔ یہ طلبہ کے پیسے کا حساب ہے۔"

زیرک خان پچھلی بینچ پر بیٹھا تھا۔ چہرہ سخت، مگر آنکھوں میں وہی خوف جو پہلی بار نظر آیا تھا۔

سرکاری وکیل ہنسا۔

"جج صاحب، یہ ڈائری قابلِ قبول نہیں۔ یہ چوری شدہ ڈاکومنٹس ہیں۔ اور یہ لڑکی... محمل؟ اس کا بلاگ 'خاموش آواز' ملک میں انتشار پھیلا رہا ہے۔"

محمل نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"جج صاحب، اگر سچ لکھنا انتشار ہے، تو ہاں، میں مجرم ہوں۔"

کمرے میں ایک بار پھر سناٹا۔

جج نے تینوں کو دیکھا — عمار کا غصہ، سہل کا صبر، محمل کی خاموش جرات۔

پھر فائل بند کی۔

"فیصلہ اگلی سماعت پر سنایا جائے گا۔تب تک..."

وہ رکا۔

"تب تک یہ کیس صرف ان تینوں کا نہیں رہے گا۔"

عدالت سے نکلتے ہی میڈیا کے مائیک گھیرے میں آ گئے۔

"عمار صاحب، کیا آپ کو ڈر نہیں لگتا؟"

"محمل، آپ کو جان سے مارنے کی دھمکیاں مل رہی ہیں، سچ ہے؟"

عمار نے صرف اتنا کہا:

"ڈرا سے لگتا ہے جس کے پاس چھپانے کو کچھ ہو۔"

سہل نے محمل کو چلنے کا اشارہ کیا۔

"اب واپسی نہیں ہے۔"

محمل نے کیمرے کی طرف دیکھا اور آہستہ بولی:

"یہ عدالت نمبر 7 کا فیصلہ نہیں تھا۔ اصل فیصلہ باہر ہو گا۔ سڑکوں پر، کیمپس میں، ہر اس طالب علم کے دل میں جو اب تک خاموش تھا۔"

رات کو محمل نے بلاگ پر ایک لائن لکھی:

*"آج ہم کٹہرے میں تھے۔ کل نظام ہو گا۔"

.....

عدالت نمبر 7 کے باہر میڈیا کا شور دھیرے دھیرے مر گیا، مگر ایک اور شور شروع ہو چکا تھا۔ وہ شور جو بند کمروں میں، بند دروازوں کے پیچھے پیدا ہوتا ہے۔

نورانسٹیوٹ کے ایڈمن بلاک کے بیسمنٹ میں، ایک کمرہ تھا جس کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا۔

آج اس کمرے میں چار لوگ بیٹھے تھے۔

میز کے سرے پر *زیرک خان*۔ چہرے پر وہ مسکراہٹ نہیں تھی جو وہ جلسوں میں بیچتا تھا۔

سامنے بیٹھا تھا *ڈین اسٹوڈنٹ افیئرز*، پسینے میں شرابور۔

دائیں طرف ایک سائبر ایکسپرٹ، لیپ ٹاپ کھلا، اسکرین پر محمل کے بلاگ "خاموش آواز" کا ڈیش بورڈ چل رہا تھا۔

اور بائیں طرف ایک آدمی —— جس کا نام کوئی نہیں لیتا۔ بس سب اسے "سر" کہتے ہیں۔

"یہ کیس باہر نکل گیا ہے، "ڈین نے کہا، "ویس چانسلر کا فون آ رہا ہے۔ اگر ثبوت عدالت میں پیش ہو گئے تو ہم سب گئے۔"

زیرک نے قلم گھمایا۔

"ثبوت عدالت تک پہنچیں گے ہی نہیں۔"

سائبر ایکسپرٹ نے لیپ ٹاپ گھمایا۔

"محمل کا بلاگ ایک پرائیویٹ سرور پر ہے۔ میں نے 3 بار ٹرائی کیا، ڈی ڈاس نہیں چلتا۔ لیکن..."

اس نے رکا۔

"اس کے پاس ایک کمزوری ہے۔جذبات۔"

زیرک کی آنکھیں چمکیں۔

"مطلب؟"

"اس کی بہن۔عائشہ۔میڈیکل کالج میں فرسٹ ایئر میں ہے۔اسکالرشپ پر ہے۔اگر اسکالرشپ کینسل ہوگئی،اگر اس پر 'ڈسپلنری ایکشن' لگ گیا... محمل خود آکر فائل واپس مانگے گی۔"

کمرے میں خاموشی چھاگئی۔

"یہ غلط ہے، "ڈین نے ہولے سے کہا۔

زیرک نے اس کی طرف دیکھا۔

"غلط؟ غلط وہ ہے جب 2 کروڑ کا حساب مانگا جائے۔ یہ صرف بزنس ہے، سر۔"

"سر" نے پہلی بار بولا۔ آواز بھاری تھی۔

"کرو۔ لیکن صاف کرو۔ کوئی ثبوت نہ بچے۔ اور عمار؟"

زیرک ہنسا۔

"عمار کے خلاف تو یونیورسٹی کا پرانا کیس پہلے سے تیار ہے۔ 'یونیورسٹی کی ساکھ کو نقصان'۔ ایک اور ایف آئی آر، اور اس کا کیریئر ختم۔"

اسی رات، میڈیکل کالج کے ہاسٹل میں *عائشہ *اپنے کمرے میں پڑھ رہی تھی۔

دروازہ کھٹکا۔

باہر دو لوگ کھڑے تھے۔

"تمہیں ڈین نے بلایا ہے۔ڈسپلنری کمیٹی۔رات 11 بجے۔"

عائشہ کے ہاتھ سے کتاب گر گئی۔

"میں نے کیا کیا ہے؟"

"پتہ نہیں،" ایک نے کندھے اچکائے، "شاید تمہاری بہن نے بہت زیادہ بول دیا ہے۔"

دوسری طرف، محمل کے فون پر میسج آیا۔

نمبر ان نون۔

صرف ایک لائن:

"اپنی بہن کو بچانا ہے تو فائل ڈیلیٹ کرو۔ ورنہ کل اس کا نام اخبار میں ہو گا۔"

محمل نے فون میز پر رکھا۔

اس کی انگلیاں کانپ رہی تھیں، مگر آنکھیں نہیں۔

اوپر چھت پر، *عمار *اور *سہل *کھڑے تھے۔

"انہوں نے وار بدل دیا ہے،" سہل نے کہا، "اب یہ ہم پر نہیں، ہمارے لوگوں پر حملہ کریں گے۔"

عمار نے مٹھی بھینچ لی۔

"تو ہم بھی بدلیں گے۔ عدالت میں نہیں، سڑک پر۔"

محمل نیچے سے آئی۔ چہرہ سفید تھا، مگر آواز صاف۔

"نہیں۔"

دونوں مڑے۔

"اگر ہم سڑک پر گئے، تو ہم بھی ویسے ہی بن جائیں گے جیسے وہ ہیں۔" اس نے فون آگے بڑھایا۔

"یہ دھمکی ہے۔اور یہی ہمارا ثبوت ہے۔"

سہل نے آہستہ کہا،

"ثبوت سے جنگ نہیں جیتی جاتی محمل۔"

محمل نے آسمان کی طرف دیکھا۔

"نہیں۔ لیکن جب لوگ جان لیں کہ ان پر حملہ کون کر رہا ہے، تو جنگ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔"

اس نے فون پر ٹائپ کرنا شروع کیا۔

عنوان: *"جب بہنیں نشانہ بنیں"*

نیچے، زیرک کے کمرے میں فون بجا۔

"سر، محمل نے پوسٹ کر دی ہے۔"

زیرک نے فون پٹخ دیا۔

"اب کھیل اصل میں شروع ہوا ہے۔"...

****

****

محمل کی پوسٹ *"جب بہنیں نشانہ بنیں"* رات 12:14 پر لائیو ہوئی۔

صبح 6 بجے تک اسے 50 ہزار لوگ پڑھ چکے تھے۔

صبح 8 بجے تک، نورا نسٹیوٹ کے ہر ڈیپارٹمنٹ میں ایک ہی بات ہو رہی تھی:

"عائشہ کو کیوں بلایا؟ اس نے کیا کیا ہے؟"

یونیورسٹی کے مین گیٹ پر پہلی بار بینر نہیں، ہاتھ سے لکھے کاغذات لگے تھے۔

"عائشہ کو انصاف دو"

"سوال جرم نہیں"

کیمپس میں خاموشی ٹوٹ چکی تھی۔

ایڈمن بلاک کے کانفرنس روم میں ہنگامی میٹنگ ہو رہی تھی۔

ویس چانسلر نے میز پر ہاتھ مارا۔

"یہ کیا تماشہ ہے؟ کل تک یہ تین بچے تھے، آج پورا کیمپس سر پر اٹھالیا!
زیرک، یہ تمہارا کام تھاناں سب کنڑول میں رکھنے کا؟"

زیرک نے کالر درست کیا۔

"سر، یہ لڑکیاں اور لڑکے کنڑول سے باہر ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا تھا، نرم ہاتھ سے کام نہیں چلے گا۔"

"تو اب کیا کرو گے؟" ویس چانسلر نے پوچھا۔

زیرک نے کھڑے ہو کر کہا،

"آج دوپہر 2 بجے، مین لان میں 'طلبہ اتحاد ریلی' ہے۔ میں خود جاؤں گا۔ یا تو میں انہیں واپس لاؤں گا، یا..."

اس نے رکا۔

"یا میں انہیں ثابت کر دوں گا کہ یہ 'خاموش بغاوت' صرف تین لوگوں کا ڈرامہ ہے۔"

دوپہر 1:50۔

مین لان کھچا کھچ بھرا تھا۔

ایک طرف *زیرک خان* اپنے 200 لوگوں کے ساتھ، ہاتھ میں مائیک۔

دوسری طرف *عمار، سہل، محمل *اور تقریباً 800 طلبہ۔

کوئی بینر نہیں، کوئی نعرہ نہیں۔ بس خاموشی۔

زیرک نے مائیک سنبھالا۔

"دوستو! یہ لوگ آپ کو گمراہ کر رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں حساب دو، لیکن ان کے پاس ایک بھی ثبوت نہیں۔ یہ صرف بدنام کر رہے ہیں۔ نور انسٹیوٹ کی عزت داؤ پر لگی ہے!"

ہجوم میں سے ایک آواز آئی:

"عائشہ کو کیوں بلایا؟"

زیرک نے ہنس کر کہا،

"عائشہ؟ کون عائشہ؟ یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ سب پلان ہے یونیورسٹی کو بدنام کرنے کا۔"

محمل آگے بڑھی۔

اس کے ہاتھ میں فون تھا۔

"یہ جھوٹ ہے، زیرک؟"

اس نے فون اسکرین پر لگایا۔

لاؤڈ اسپیکر پر ایک آواز گونجی——زیرک کی آواز۔

"اس کی بہن کو بچانا ہے تو فائل ڈیلیٹ کرو۔ ورنہ کل اس کا نام اخبار میں ہو گا۔"

لان میں سناٹا چھا گیا۔

زیرک کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

"یہ... یہ ایڈٹ ہے!"

عمار نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"اگر یہ ایڈٹ ہے، تو تم خود عدالت میں آ کر کہو۔ ہم تیار ہیں۔"

800 طلبہ میں سے کسی نے پہلا نعرہ لگایا۔

"انصاف چاہیے! انصاف چاہیے!"

پھر دوسرا۔

پھر پورا لان گونج اٹھا۔

زیرک کے لوگ پیچھے ہٹنے لگے۔

زیرک نے مائیک پٹخا اور غصے میں کہا،

"ٹھیک ہے! تم چاہتے ہو جنگ؟ تو اب جنگ ہو گی!"

رات 9 بجے، یونیورسٹی نے نوٹیفکیشن جاری کیا:

"نورانسٹیوٹ غیر معینہ مدت کے لیے بند۔ تمام ہاسٹلز خالی کیے جائیں۔"

کریک ڈاؤن شروع ہو چکا تھا۔

محمل اپنے کمرے میں بیٹھی، لکھ رہی تھی:

"انہوں نے ہمیں بند کر دیا ہے۔ لیکن سوچ کو تالا نہیں لگتا۔"

عمار نیچے کھڑا تھا، 50 طلبہ اس کے گرد جمع تھے۔

"اب کیا؟" کسی نے پوچھا۔

عمار نے کہا،

"اب ہم باہر جائیں گے۔ کیونکہ کیمپس بند ہو سکتا ہے، شہر نہیں۔"

سہل نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"یاد رکھو، ہم نے تشدد نہیں کرنا۔ ہم نے صرف سچ بولنا ہے۔"

دور، زیرک کے کمرے میں فون پر ایک آواز آ رہی تھی۔

"سر، معاملہ ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ میڈیا آ گیا ہے۔"

زیرک نے مسکرا کر کہا،

"اچھا ہے۔اب کھیل بڑا ہو گیا ہے۔"

ناول: خاموش بغاوت

*

نورا اسٹیوٹ کے بند ہونے کے 24 گھنٹے بعد، شہر کا پریس کلب پہلی بار اتنا بھرا تھا۔

باہر روڈ پر 2000 طلبہ کھڑے تھے۔ ہاتھوں میں نہ ڈنڈے تھے، نہ پتھر۔

صرف پلے کارڈز:

"عائشہ کو انصاف دو"

"سوال جرم نہیں"

"خاموش بغاوت زندہ باد"

یہ کیمپس کی بغاوت نہیں رہی تھی۔ یہ شہر کی بغاوت بن چکی تھی۔

عمار اسٹیج پر کھڑا تھا۔مائیک نہیں تھا، بس آواز تھی۔

"انہوں نے ہمیں کیمپس سے نکال دیا، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ چار دیواری میں سچ زیادہ دیر نہیں چھپتا۔

آج ہم باہر ہیں۔اور باہر کی دیواریں لمبی ہوتی ہیں۔بہت لمبی۔"

ہجوم نے تالیاں بجائیں۔

سہل نے اس کے کان میں کہا،

"پولیس آ رہی ہے۔ تین وین پیچھے کھڑی ہیں۔"

عمار نے سر ہلایا۔

"بولنے دو۔ ہم نے بھاگنا نہیں ہے۔"

محمل کیمرہ آن کر چکی تھی۔ لائیو چل رہا تھا۔

اس کی انگلیاں اب نہیں کانپ رہی تھیں۔

"اگر آج ہمیں اٹھا بھی لیا، تو یہ لائیو ریکارڈنگ باقی رہے گی۔"

دوسری طرف، پریس کلب سے 2 کلو میٹر دور، *زیرک خان *ایک بند کمرے میں بیٹھا تھا۔

سامنے اسکرین پر ریلی لائیو چل رہی تھی۔

"سر، پولیس تیار ہے۔ بس آپ کا اشارہ چاہیے،" اس کا آدمی بولا۔

زیرک نے اسکرین پر محمل کو دیکھا۔

"نہیں۔ ابھی نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ اگر آج میں نے پولیس بلوائی، تو کل یہ ریلی پورے ملک میں ہو گی۔"

اس نے مسکرا کر کہا،

"میں انہیں تھوڑا اور بڑا ہونے دوں گا۔ پھر ایک ہی وار میں ختم کروں گا۔"

"اور عائشہ؟"

زیرک کی مسکراہٹ ختم ہو گئی۔

"عائشہ کل ڈسپلنری کمیٹی کے سامنے پیش ہو گی۔ اکیلی۔ بغیر وکیل کے۔

محمل کو فیصلہ کرنا ہے—بہن بچائے، یا بغاوت۔"

ریلی کے درمیان، محمل کا فون بجا۔

نمبر ان نون۔

"محمل، میں عائشہ بول رہی ہوں۔"

آواز کانپ رہی تھی۔

"انہوں نے کہا ہے کل 10 بجے مجھے ڈین کے آفس آنا ہے۔ کہا ہے اگر تم فائل واپس نہیں کرو گی، تو میرا ایڈمیشن کینسل ہو جائے گا۔"

محمل کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

اس نے فون نیچے رکھا اور عمار کی طرف دیکھا۔

عمار نے فوراً سمجھ لیا۔

"وہ تمہیں توڑنا چاہتے ہیں محمل۔"

محمل نے سر ہلایا۔

"اگر میں رُک گئی، تو یہ بغاوت ختم۔ اگر میں نہیں رُکی، تو میری بہن کا مستقبل ختم۔"

سہل نے آہستہ کہا،

"تیسرا راستہ بھی ہوتا ہے محمل۔"

"کون سا؟"

"لوگوں کو بتاؤ۔ سچ کو چھپنے نہ دو۔ جب پورا شہر جان لے گا کہ تمہاری بہن کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، تو وہ اکیلی نہیں رہے گی۔"

محمل نے کیمرہ سیدھا کیا۔

لائیو پر آ کر بولی،

"میرا نام محمل ہے۔ اور میری بہن عائشہ کو کل ڈین کے آفس بلایا گیا ہے۔

صرف اس لیے کہ میں نے سوال کیا تھا۔

اگر کل اس کے ساتھ کچھ ہوا، تو ذمہ دار نور انسٹیوٹ کی انتظامیہ اور زیرک خان ہوں گے۔"

لائیو ویوز ایک منٹ میں 10 ہزار سے 50 ہزار ہو گئیں۔

رات 11 بجے، پولیس کی وین واپس چلی گئیں۔

حکم اوپر سے آیا تھا: "ابھی ہاتھ نہ لگاؤ۔"

دور، زیرک نے فون بند کیا اور کہا،

"ٹھیک ہے محمل۔ تم کھیل کھیلنا چاہتی ہو؟

کل دیکھتے ہیں کون جیتتا ہے۔"

محمل نے اپنا لیپ ٹاپ کھولا۔

اسکرین پر ایک نیا ڈاکومنٹ کھلا تھا۔

عنوان: *"ڈین کا ریکارڈ—— پچھلے 5 سال میں کتنی طالبات خاموش ہوئیں؟"*

صبح 9:47 بجے، میڈیکل کالج کے ڈین آفس کے باہر کوریڈور میں صرف ایک آواز تھی۔

عائشہ کے جوتوں کی چاپ۔

ہاتھ میں کوئی وکیل نہیں، کوئی دوست نہیں۔ صرف ایک پرانی فائل، جس میں اس کے 12 سال کے ریکارڈ تھے۔

اسے لگا، یہ فائل اب اسے بچا نہیں پائے گی۔

کمرہ نمبر 3 کے دروازے پر لکھا تھا: *"ڈسپلنری کمیٹی"*

اندر تین لوگ بیٹھے تھے۔

بیچ میں *ڈین*۔

دائیں طرف ایک خاتون پروفیسر، جو کبھی عائشہ کو شاباش دیتی تھی۔

بائیں طرف... *زیرک خان*۔

زیرک کو یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا۔

عائشہ نے دروازہ بند کیا اور سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۔آپ نے بلایا؟"

ڈین نے فائل کھولی۔

"تم پر الزام ہے کہ تم نے یونیورسٹی کی ساکھ خراب کی ہے۔ سوشل میڈیا پر جھوٹی خبریں پھیلائیں۔

تمہاری بہن کا بلاگ 'خاموش آواز' ہمارے خلاف زہر اگل رہا ہے۔"

عائشہ نے سر اٹھایا۔

"میں نے کچھ نہیں لکھا۔"

"ضرورت نہیں،" زیرک بولا۔ پہلی بار۔

"خون کا رشتہ ہی کافی ہے۔ جب بہن جلے، تو بہن بھی جلتی ہے۔"

کمرے کا درجہ حرارت گرتا محسوس ہوا۔

ڈین نے کاغذ آگے بڑھایا۔

"یہ لو۔استعفیٰ کا فارم۔لکھ دو کہ تم خود چھوڑ رہی ہو۔کہو کہ دباؤ میں آگئی تھی۔ ایسا کرو گی تو کیس بند۔ورنہ..."

"ورنہ کیا؟" عائشہ نے پوچھا۔

ڈین نے جواب نہیں دیا۔

زیرک نے موبائل نکالا اور ایک ویڈیو آن کر دی۔

اسکرین پر * محمل * تھی۔رات 2 بجے،اپنے کمرے میں۔

کیمرہ چپکے سے لگا تھا۔

۔

عائشہ کا رنگ اڑ گیا۔

"یہ... یہ تم نے کیسے؟"

زیرک نے ہنس کر موبائل بند کیا۔

"ہم ہر جگہ ہیں عائشہ۔ تمہاری بہن سمجھتی ہے وہ اکیلی کھیل رہی ہے۔

لیکن ہم جانتے ہیں وہ کہاں ہوتی ہے، کیا کھاتی ہے، کس سے بات کرتی ہے۔"

ڈین نے قلم آگے بڑھایا۔

"دستخط کر دو۔ ورنہ کل یہ ویڈیو لیک ہو جائے گی۔

عنوان ہو گا: 'خاموش آواز کی سچائی'۔"

عائشہ نے قلم نہیں اٹھایا۔

اس نے ایک سوال کیا۔

"اگر میں دستخط کر دوں، تو کیا محمل محفوظ رہے گی؟"

زیرک نے کندھے اچکائے۔

"یہ وعدہ میں نہیں کرتا۔"

اسی وقت، شہر کے دوسرے کونے میں، *محمل* کا فون بند آ رہا تھا۔

پہلی بار۔

عمار نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کوئی جواب نہیں۔

کھولا تو کمرہ خالی تھا۔ لیپ ٹاپ کھلا تھا، اسکرین پر وہی ڈاکومنٹ:

"ڈین کا ریکارڈ — پچھلے 5 سال میں کتنی طالبات خاموش ہوئیں؟"

مگر فائل آدھی ڈیلیٹ ہو چکی تھی۔

سہل نے فوراً کہا،

"اس کا اکاؤنٹ ہیک ہو گیا ہے۔ کوئی اندر گھس گیا ہے۔"

محمل کہاں گئی؟

11:03 بجے، محمل کی لائیو اسٹریم آن ہوئی۔

کیمرہ ہل رہا تھا۔ پس منظر میں ایک بند کمرے کی دیوار تھی۔

محمل کا چہرہ سفید تھا، آنکھیں سرخ۔

"میں ٹھیک ہوں۔ گھبرانا مت۔"

اس کی آواز کانپ رہی تھی، مگر وہ پڑھ رہی تھی۔

"میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے۔ڈین کے ریکارڈ میں 23 نام ہیں۔

23 طالبات۔ جنہوں نے پچھلے 5 سال میں 'خودکشی' کی۔

ہر بار وجہ یہی لکھی گئی: 'ذہنی دباؤ'۔

ہر بار فائل بند۔"

وہ رکی۔

"عائشہ کو 24 واں نام نہیں بننے دوں گی۔"

لائیو کٹ ہو گیا۔

نیچے کمنٹس میں ایک میسج آیا۔ صرف ایک لائن:

"کمرہ نمبر 3۔ ابھی جاؤ۔"

کمرہ نمبر 3 میں، عائشہ نے قلم اٹھالیا تھا۔

زیرک مسکرا رہا تھا۔

ڈین نے فائل بند کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

تب دروازہ ٹوٹا۔

محمل اندر آئی۔ہاتھ میں فون نہیں تھا۔

ہاتھ میں صرف ایک پرنٹ آؤٹ تھا۔

"یہ کیا ہے؟"ڈین نے پوچھا۔

محمل نے کاغذ میز پر پھینکا۔

"یہ تمہاری اپنی دستخط شدہ فائل ہے،ڈین صاحب۔

2008 کی۔جب تم نے ایک طالبہ کا کیس دبایا تھا۔

اس طالبہ کا نام *ثنا* تھا۔

وہ میری ماں تھی۔"

کمرے میں سانس رُک گئی۔

زیرک کی مسکراہٹ پہلی بار ٹوٹی۔

محمل نے آہستہ کہا،

"تم سمجھتے ہو تم نے تاریخ مٹا دی ہے؟

نہیں۔ تاریخ تمہیں مٹا دے گی۔"

==========

==

*خاموش بغاوت:

کمرہ نمبر 3 میں 10 سیکنڈ تک کوئی سانس نہیں لی۔

ڈین کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ وہ پرنٹ آؤٹ کو چھو بھی نہیں رہا تھا، جیسے چھوتے ہی جل جائے گا۔

زیرک کی کرسی تھوڑی پیچھے کھسک گئی۔ پہلی بار اس کی آنکھوں میں وہی خوف تھا جو وہ دوسروں میں دیکھتا تھا۔

محمل نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"2008۔میری عمر6سال تھی۔

میری ماں *ثنا*نورانسٹیوٹ کی فائنل ایئر کی طالبہ تھی۔

اس نے اسی ڈین کے خلاف شکایت کی تھی۔ثبوت کے ساتھ۔کہ فنڈز کہاں گئے،کون لے گیا،کس کے دستخط جعلی تھے۔"

ڈین نے سر اٹھایا۔آواز بمشکل نکلی:

"وہ...وہ جھوٹ تھا۔"

محمل ہنسی۔وہ ہنسی جس میں درد تھا۔

"جھوٹ؟

جھوٹ وہ ہوتا ہے جسے ثابت نہ کیا جا سکے۔

میری ماں نے ثابت کیا تھا۔اس لیے اسے 'ذہنی دباؤ' کا شکار بنا دیا گیا۔

3 مہینے بعد وہ ہاسٹل کی چھت سے گری۔فائل بند۔کیس ختم۔"

عائشہ نے پہلی بار آواز نکالی:

"کیا.. تم خالہ کی بیٹی ہو؟"

محمل نے سر ہلایا۔

"ہاں۔میں ثنا کی بیٹی ہوں۔

اور میں 15 سال سے اس ایک دن کا انتظار کر رہی ہوں جب میں یہ کاغذ تمہارے چہرے پر پھینکوں گی۔"

دوسری طرف، کیمپس سے باہر، *عمار* اور *سہل* محمل کا فون ٹریس کر رہے تھے۔

آخری لوکیشن: میڈیکل کالج، کمرہ نمبر 3۔

سہل نے کہا،

"اگر اس نے ثنا کا نام لیا ہے، تو اب یہ ذاتی نہیں رہا۔ اب یہ جنگ ہے۔"

عمار نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

"تو جنگ لڑیں گے۔"

کمرہ نمبر 3 میں زیرک کھڑا ہوا۔

"بس کرو محمل۔ یہ پرانی باتیں ہیں۔ کوئی ثبوت نہیں، کوئی گواہ نہیں۔"

محمل نے بیگ سے ایک اور فائل نکالی۔

"گواہ ہے۔"

اس نے ریکارڈر آن کیا۔

ایک بوڑھی آواز آئی:

_"میں راشدہ ہوں۔2008 میں ثنا کے ہاسٹل کی وارڈن تھی۔

اس رات ثنا کو دو لوگ زبردستی چھت پر لے گئے تھے۔

میں نے دیکھا تھا۔ میں نے رپورٹ بھی لکھی تھی۔

مگر اگلے دن میرا تبادلہ کر دیا گیا۔ اور فائل گم ہو گئی۔"_

ڈین کی کرسی پیچھے گری۔

زیرک نے فون نکالا۔ صرف ایک لائن لکھی اور بھیجی:

"سر۔ ثنا کا کیس کھل گیا ہے۔"

کچھ سیکنڈ بعد جواب آیا۔

"اسے روکو۔ کسی بھی قیمت پر۔"

زیرک نے سر اٹھایا اور کہا،

"محمل، تم جیت نہیں سکتی۔ تمہارے خلاف پوری مشینری ہے۔

میرے پیچھے صرف میں نہیں ہوں۔ میرے پیچھے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس ملک کا نظام بنایا ہے۔"

محمل نے فائل بند کی۔

"تو اچھا ہے۔

میں صرف تمہیں نہیں گرانا چاہتی۔

میں پورا نظام گرانا چاہتی ہوں۔"

اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔

باہر ہال میں 50 طلبہ کھڑے تھے۔ عمار سب سے آگے تھا۔

کسی نے دروازہ باہر سے کھولا تھا۔

محمل نے کہا،

"اب کیمرہ آن کرو۔

پورے ملک کو دکھاؤ کہ 'سر' کون ہے۔"

زیرک کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

.....

کمرہ نمبر 3 کا دروازہ کھلا تو 50 موبائل ایک ساتھ آن ہو گئے۔

لائیو ریکارڈنگ شروع ہو چکی تھی۔

باہر کوریڈور میں ہر طرف صرف ایک ہی لفظ گونج رہا تھا: *"سر کون ہے؟"*

زیرک نے دروازے کے پاس آ کر راستہ روکنے کی کوشش کی۔

"بند کرو یہ! یہ غیر قانونی ہے!"

محمل نے ایک قدم آگے بڑھایا۔اس کے ہاتھ میں اب کوئی فائل نہیں تھی۔

صرف فون تھا۔

"غیر قانونی وہ ہے جو تم لوگ 15 سال سے کر رہے ہو۔آج حساب ہو گا۔"

اس نے فون اٹھایااور * پلے * دبایا۔

کمرے میں ایک مردانہ آواز گونجی۔بھاری،دبی ہوئی، مگر پہچانی ہوئی:

_"زیرک، ثناکا معاملہ ختم کرو۔اگر وہ بول گئی توسب ختم ہو جائے گا۔

یادرکھو، تمہارا باپ بھی میرا مقروض ہے۔"_

آوازرکی۔

پھر پھر چلی:

_"اور ہاں... ڈین کو بتا دو، اس کا تبادلہ رک گیا ہے۔

اب وہ ہمیشہ کے لیے یہیں گلے گا۔"_

لائیو پر کمنٹس کا سیلاب آ گیا۔

"یہ آواز... یہ تو..."

"یہ تو وائس چانسلر ہے!"

ویس چانسلر ڈاکٹر جاوید اقبال۔

وہی آدمی جس نے کل رات نوٹیفکیشن پر دستخط کیے تھے: _نورا نسٹیوٹ بند_۔

ڈین کی کرسی سے آواز آئی:

"نہیں... یہ ایڈٹ ہے... یہ ممکن نہیں..."

محمل نے فون نیچے رکھا۔

"ایڈٹ؟

یہ ریکارڈنگ 2008 کی ہے، ڈین صاحب۔

میری ماں نے مرنے سے 2 دن پہلے یہ ریکارڈ کی تھی۔

اسے پتا تھا وہ واپس نہیں آئے گی۔"

کمرے میں ایک چیخ گونجی۔

عائشہ نے ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔

باہر ہال میں کھڑا *عمار* آگے بڑھا۔اس نے کیمرے کی طرف دیکھا اور بولا:

"ڈاکٹر جاوید اقبال، آپ نے 15 سال تک چوری، دھمکی، اور قتل چھپائے۔

آج نور انسٹیوٹ کے ہر طالب علم کے سامنے آپ کا چہرہ بے نقاب ہے۔"

رات 8 بجے، شہر کا ہر نیوز چینل بریکنگ نیوز چلا رہا تھا:

"وائس چانسلر کی آواز لیک! 2008 کے کیس میں ملوث ہونے کا الزام"

پولیس نے نورا سٹیوٹ کے مین گیٹ کو گھیر لیا۔

مگر اس بار وہ طلبہ کو روکنے نہیں آئے تھے۔

وہ *ویس چانسلر* کو لینے آئے تھے۔

ڈاکٹر جاوید اقبال اپنے گھر میں بیٹھا تھا۔

سامنے ٹی وی پر محمل کا چہرہ چل رہا تھا۔

اس نے فون اٹھایا اور صرف ایک نمبر ڈائل کیا۔

دوسری طرف سے آواز آئی:

"اب کیا کروں سر؟"

جاوید نے آہستہ کہا،

"ختم کرواسے۔ محمل کو۔

ورنہ کل میں ختم ہو جاؤں گا۔"

محمل اپنے کمرے میں واپس آئی تھی۔

اس نے لیپ ٹاپ بند کیا، اور کھڑکی سے باہر دیکھا۔

نیچے سڑک پر ہزاروں لوگ موم بتیاں لے کر کھڑے تھے۔

"انصاف کے لیے"

عائشہ نے پیچھے سے آکر اس کا ہاتھ پکڑا۔

"تم ٹھیک ہو؟"

محمل نے سر ہلایا۔

"نہیں۔

کیونکہ ابھی اصل جنگ شروع ہوئی ہے۔

جاوید اقبال صرف ایک مہرہ تھا۔

جس نے اسے فون کیا تھا... وہ ابھی بھی باہر ہے۔"

اس نے کھڑکی کے شیشے پر ہاتھ رکھا۔

"اور اسے میرا نام پتا ہے۔"

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

محمل مڑی۔

باہر کوئی نہیں تھا۔

صرف زمین پر ایک کاغذ پڑا تھا۔

اس پر صرف ایک لائن لکھی تھی:

"تمہاری ماں کی طرح تم بھی گر جاؤ گی۔"

*ناول: خاموش بغاوت**

دھمکی والے کاغذ کو محمل نے اٹھایا نہیں۔

اس نے صرف نیچے دیکھا، جیسے زمین سے کوئی سانپ نکلنے والا ہو۔

عائشہ نے آگے بڑھ کر کاغذ اٹھایا۔ ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"یہ... یہ کون کر رہا ہے محمل؟"

محمل نے دروازہ بند کیا۔

"وہی شخص جس کی آواز میں نے آج تک نہیں سنی۔

جس نے جاوید اقبال کو فون کیا تھا۔

جس کا نام ہمیشہ 'سر' رہا ہے۔"

دوسری طرف، شہر کے پوش علاقے میں ایک گھر کی چھت پر *زیرک خان* کھڑا تھا۔

سامنے پولیس کی گاڑیاں جاوید اقبال کے گھر کو گھیرے ہوئے تھیں۔

اس کے فون پر میسج آیا۔ صرف ایک نمبر سے:

"کام ہو گیا؟"

زیرک نے جواب لکھا:

"نہیں سر۔ محمل ابھی زندہ ہے۔"

جواب فوراً آیا:

"تو تم بھی ختم ہو جاؤ۔"

زیرک کا چہرہ سفید پڑ گیا۔اس نے فون زمین پر پھینک دیا۔

15 سال سے وہ 'سر' کے لیے لوگ توڑتا رہا تھا۔

آج پہلی بار اسے سمجھ آیا—'سر' کے لیے سب ٹوٹنے والے ہیں۔

محمل نے رات 2 بجے اپنا لیپ ٹاپ کھولا۔

اس نے وہ آڈیو فائل دوبارہ چلائی۔

اس بار وہ صرف آواز نہیں سن رہی تھی، وہ شور کو الگ کر رہی تھی۔

پس منظر میں ایک ٹک ٹک۔

گھڑی کی آواز۔

اور ایک لفظ۔ بہت ہلکا:

"...بلاک بی..."

محمل کی آنکھیں کھل گئیں۔

بلاک بی۔

نورانسٹیوٹ کا سب سے پرانا ہاسٹل۔

وہی ہاسٹل جہاں 2008 میں ثنار ہتی تھی۔

"وہ وہیں ہے،" محمل نے آہستہ کہا۔

"سر کبھی گیا ہی نہیں۔"

صبح 6 بجے، محمل، عمار اور سہل بلاک بی کے سامنے کھڑے تھے۔

ہاسٹل 5 سال سے بند تھا۔ دیواریں سیاہ، کھڑکیاں ٹوٹی ہوئیں۔

سہل نے کہا،

"اگر تم غلط ہوئی تو یہ جال ہے۔"

محمل نے دروازے پر ہاتھ رکھا۔

"اگر میں صحیح ہوں، تو آج ہمیں پتا چل جائے گا کہ 'سر' کون ہے۔"

دروازہ چرچرا کر کھلا۔

اندر اندھیرا تھا۔

اور اندھیرے میں ایک کرسی پر کوئی بیٹھا تھا۔

وہ شخص آہستہ بولا:

"آ گئی تم، ثنا کی بیٹی؟

تمہاری ماں بھی ایسے ہی آئی تھی۔

اس دن کے بعد وہ کبھی نیچے نہیں اتری۔"

محمل کا خون جم گیا۔

کیونکہ آواز وہی تھی۔

2008 کی ریکارڈنگ والی آواز۔

بلاک بی کا کمرہ نمبر 14 اندھیرے میں ڈوبا تھا۔

صرف ایک کھڑکی سے آنے والی روشنی کرسی پر بیٹھے شخص کے چہرے کا نچلا حصہ روشن کر رہی تھی۔

محمل نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

...کون ہو تم؟"

کرسی آہستہ گھومی۔

سامنے بیٹھا شخص بوڑھا تھا۔ بال سفید، کمر جھکی ہوئی، مگر آنکھیں ویسی ہی تیز تھیں جیسے 15 سال پہلے ہوں گی۔

اس نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کہا:

"مجھے پہچانتی نہیں محمل؟

میں تمہارا چچا ہوں۔ *ڈاکٹر سلیم علی*۔"

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

عمار نے فوراً کہا،

"جھوٹ بول رہا ہے۔ سلیم علی تو 2010 میں مر گیا تھا۔ اخبار میں چھپا تھا۔"

سلیم نے ہنس کر اپنی جیکٹ ہٹائی۔

بائیں کندھے پر ایک گہرا زخم کا نشان تھا۔

"یہ زخم مجھے ثنا نے دیا تھا۔ اس دن جب اس نے مجھے چھت پر پکڑا تھا۔

وہ چیخ رہی تھی: 'چا، آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟'

میں نے کہا: 'بیٹی، جب پیسہ بولتا ہے، تو رشتے خاموش ہو جاتے ہیں۔'"

محمل کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔

"تم... تم میرے باپ کے بھائی ہو؟

تم نے میری ماں کو مارا؟"

سلیم نے سر ہلایا۔

"میں نے نہیں مارا۔ میں نے صرف کہا تھا کہ اگر وہ بولے گی، تو سب ختم ہو جائے گا۔

ڈر، لالچ، اور طاقت... یہ تینوں نے اسے چھت تک پہنچایا۔

میں صرف دیکھ رہا تھا۔"

فلیش بیک—2008

ثنا کی فائل میں لکھا تھا: _نورا نسٹیوٹ کے 40 کروڑ روپے غائب_۔

سائن کرنے والا: *ڈین*۔

منظور کرنے والا: *وائس چانسلر جاوید اقبال*۔

اور پیچھے بیٹھا ہوا اصل شخص: *بورڈ آف گورنرز کا چیئرمین، ڈاکٹر سلیم علی*۔

وہی شخص جس نے ہر سال یونیورسٹی کو 'عطیہ' کے نام پر پیسہ دیا تھا۔

وہی شخص جس کا نام کبھی اخبار میں نہیں آیا تھا۔

ثنا نے یہ سب جان لیا تھا۔

اس لیے وہ ماردی گئی۔

واپس حال میں، سلیم نے جیب سے ایک چھوٹی سی بوتل نکالی۔

"تم بھی یہیں رک جاؤ محمل۔

میں نے جاوید کو ختم کر دیا، زیرک کو ڈرا دیا۔

اب صرف تم بچی ہو۔

یہ زہر ہے۔ 5 سیکنڈ میں ختم۔

تمہاری ماں کی طرح تمہاری موت بھی 'خودکشی' کہلائے گی۔"

عمار نے چھلانگ لگا کر محمل کو پیچھے کھینچا۔

سہل نے کرسی پر لات ماری۔

بوتل نیچے گری اور ٹوٹ گئی۔

تیز بو نے پورا کمرہ بھر دیا۔

سلیم کھڑا ہوا اور بھاگنے لگا۔

"تم مجھے نہیں روک سکتیں! میرا نام کبھی کسی فائل میں نہیں آیا!"

محمل نے چیخ کر کہا،

"اب آئے گا!"

اس نے فون نکالا اور لائیو آن کیا۔

کیمرہ سیدھا سلیم کے چہرے پر تھا۔

"دنیا دیکھے! یہ ہے سر!

یہ ہے ڈاکٹر سلیم علی! نور انسٹیوٹ کا اصل مالک!"

اسی لمحے، باہر سیڑھیوں پر قدموں کی آواز آئی۔

پولیس نہیں۔

زیرک خان کے 20 لوگ تھے، ہاتھوں میں ڈنڈے۔

زیرک نے آگے بڑھ کر کہا،

"سر، میں نے کہا تھا میں ختم ہو جاؤں گا اگر کام نہ ہوا۔

اب میں تمہیں بچا کر اپنی جان بچاؤں گا۔"

اس نے اشارہ کیا۔

ایک شخص نے آگے بڑھ کر محمل پر حملہ کیا۔

عمار نے اسے بیچ میں روک لیا۔ مکہ اس کے جبڑے پر لگا۔

سہل نے دوسرے کو دھکا دیا۔

لیکن تیسرا شخص پیچھے سے آیااور محمل کے سر پر وار کیا۔

دنیا گھوم گئی۔

محمل کے ہاتھ سے فون چھوٹا۔

لائیو کٹ ہو گیا۔

اسکرین پر آخری چیز جو نظر آئی وہ تھا—— *سلیم کا چہرہ، خوف سے بھرا ہوا*۔

رات 11 بجے، شہر کے ہر گروپ میں ایک ہی میسج گھوم رہا تھا:

"محمل پر حملہ۔ ہسپتال لے جایا گیا۔ حالت تشویشناک۔"

ہسپتال کے باہر 5000 لوگ کھڑے تھے۔

ہاتھوں میں پلے کارڈ:

"محمل زندہ باد"

"سلیم علی گرفتار کرو"

آئی سی یو کے دروازے پر عائشہ بیٹھی تھی۔

اس کے ہاتھ میں محمل کا فون تھا۔

فون پر ایک ڈرافٹ میسج کھلا تھا، جو محمل نے حملے سے 2 منٹ پہلے لکھا تھا:

_"اگر مجھے کچھ ہوا، تو یہ فائل اور یہ آڈیو پبلک کر دینا۔

ثنا کا کیس اب بند نہیں ہو گا۔

خاموش بغاوت اب ختم نہیں ہو گی۔"_

عائشہ نے آنسو صاف کیے اور *سینڈ* دبایا۔

5 منٹ میں وہ فائل 2 لاکھ لوگوں تک پہنچ چکی تھی۔

دور، ایک بند کمرے میں، سلیم علی نے ٹی وی بند کیا۔

اس نے فون اٹھایا اور صرف ایک لفظ بولا:

"ختم کرو سب کو۔"

==========

==*ناول: خاموش بغاوت*

قسط10: سانس

ہسپتال کا کوریڈور سفید تھا۔

سفید دیواریں، سفید روشنی، سفید چادریں۔

صرف5000لوگوں کی سانسوں کی آواز تھی باہر۔

"محمل... محمل... محمل..."

آئی سی یو کے دروازے کے پیچھے، ایک لڑکی مشینوں کے ساتھ جڑی لیٹی تھی۔

سر پر پٹی، ہونٹ خشک، مگر انگلیاں اب بھی تھوڑی ہل رہی تھیں۔

عائشہ نے دروازے کی شیشے پر ہاتھ رکھا۔

"آپی، تم نے کہا تھا خاموشی نہیں ٹوٹے گی۔

دیکھو، پورا شہر بول رہا ہے۔ اب تم بھی بولو۔"

---

*6 گھنٹے پہلے *

محمل کا حملہ ہوا تو پہلا کام عمار نے کیا—— سلیم کو بھاگنے نہیں دیا۔

سلیم کو سیڑھیوں پر پکڑ لیا گیا۔اس کے ہاتھ میں اب بھی وہی بوتل تھی، جو ٹوٹنے سے بچ گئی تھی۔

پولیس نے آتے ہی کہا،

"ڈاکٹر سلیم علی، آپ گرفتار ہیں۔2008 کے قتل، فنڈز کی چوری، اور آج کے حملے کے الزام میں۔"

سلیم ہنسا۔

"مجھے کوئی نہیں چھو سکتا۔ میں نے عدالتوں کو خریدا ہے، وزیروں کو پالا ہے۔

تم کل خود یہاں کھڑے معافی مانگ رہے ہو گے۔"

مگر اس بار معافی مانگنے والا کوئی نہیں تھا۔

کیونکہ 2 لاکھ لوگوں کے پاس وہ فائل تھی۔

اور اس فائل میں صرف ثنا کا کیس نہیں تھا۔

23 لڑکیوں کے نام، تاریخیں، دستخط، اور سلیم کا اکاؤنٹ نمبر تھا۔

صبح 7 بجے

حکومت کا ترجمان ٹی وی پر آیا۔

چہرہ سخت، آواز ہلکی۔

"نورا نسٹیوٹ کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین ڈاکٹر سلیم علی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

تحقیقات جاری ہیں۔

نورا نسٹیوٹ کو فوری طور پر دوبارہ کھولا جا رہا ہے۔

اور وائس چانسلر ڈاکٹر جاوید اقبال کو عہدے سے برطرف کر دیا گیا ہے۔"

سارا ملک رک گیا۔

15 سال میں پہلی بار 'سر' جیل میں تھا۔

دوپہر 2 بجے

آئی سی یو کا دروازہ کھلا۔

ڈاکٹر باہر آیا اور بولا،

"آپ اندر جا سکتے ہیں۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔

اس نے ہمت نہیں ہاری۔"

عائشہ پہلے اندر گئی۔

محمل کی آنکھیں بند تھیں۔

مگر جب عائشہ نے ہاتھ پکڑا، تو انگلیوں نے ہلکا سا دباؤ دیا۔

"آپی..." عائشہ رو دی۔

محمل نے آہستہ آنکھیں کھولیں۔

پہلا لفظ جو نکلا وہ تھا:

"فائل... پبلش ہو گئی؟"

عائشہ نے سر ہلایا۔

"ہو گئی۔

اور پورا ملک اب تیرا نام لے رہا ہے۔"

محمل نے چھت کی طرف دیکھا۔

"اچھا ہے۔

اب ماں کو سکون ملے گا۔"

شام 6 بجے

ہسپتال کے باہر عمار نے مائیک سنبھالا۔

5000لوگ خاموش تھے۔

"محمل زندہ ہے،"اس نے کہا۔

ہجوم نے نعرہ لگایا: *"خاموش بغاوت زندہ باد!"*

عمار نے جاری رکھا،

"مگر یہ جیت محمل کی اکیلی کی نہیں ہے۔

یہ ہر اس لڑکی کی جیت ہے جسے خاموش کر دیا گیا تھا۔

کل سے نور انسٹیوٹ کھل رہا ہے۔

مگر اب وہاں کوئی زیرک نہیں ہو گا، کوئی جاوید نہیں ہو گا، کوئی سلیم نہیں ہو گا۔

اب وہاں صرف طلبہ ہوں گے۔"

سہل نے آگے بڑھ کر کہا،

"اور اب ہم عدالت جائیں گے۔

23 کیسز دوبارہ کھلیں گے۔

اس بار کوئی فائل گم نہیں ہو گی۔"

رات 11 بجے

محمل کے کمرے میں صرف ایک لیمپ جل رہا تھا۔

وہ نیم بیٹھی تھی۔

اس کے بستر کے پاس ایک چھوٹا سا بکس رکھا تھا۔

عائشہ نے وہ بکس کھولا۔

اندر ایک پرانی ڈائری تھی۔

کور پر لکھا تھا: *"ثنا"*

محمل نے آہستہ ڈائری کھولی۔

پہلا صفحہ۔

15 سال پرانی لکھائی:

_"میری بیٹی محمل،

اگر تم یہ پڑھ رہی ہو، تو سمجھ لو کہ میں ہار گئی ہوں۔

مگر تم ہار نا مت۔

سچ مرتا نہیں۔ وہ صرف سو جاتا ہے۔

تم اسے جگا دینا۔"_

محمل نے ڈائری بند کی اور آہستہ مسکرائی۔

"جاگ گئی ماں۔

جاگ گئی۔"

----------@----------

----------@--@----------

ناول: خاموش بغاوت

عدالت نمبر 7 کا دروازہ کھلا تو پورا ہال کھڑا ہو گیا۔

سامنے کٹہرے میں بیٹھا تھا (سر) *ڈاکٹر سلیم علی*۔

ہاتھ ہتھکڑیوں میں، مگر آنکھوں میں اب بھی وہی پرانا تکبر۔

دوسری طرف، گواہوں کی کرسی پر بیٹھی تھی *محمل*۔

سر پر ابھی بھی پٹی تھی، چال سست تھی، مگر آواز نہیں کانپی۔

جج نے کہا:

"محمل علی، آپ بیان دیں گی؟"

محمل نے کھڑے ہو کر کہا:

"جی جج صاحب

میں صرف اپنی ماں کی کہانی نہیں سنانے آئی۔

میں 23 لڑکیوں کی کہانی سنانے آئی ہوں جنہیں 'خودکشی' کا نام دے کر دفن کر دیا گیا۔"

پہلا ثبوت: آڈیو

2008 کی وہی ریکارڈنگ چلی، جس میں سلیم کی آواز تھی:

"ثنا کا معاملہ ختم کرو۔ اگر وہ بول گئی تو سب ختم ہو جائے گا۔"

ہال میں بیٹھے صحافیوں کے قلم رک گئے۔

دوسرا ثبوت: ڈائری

ثنا کی ڈائری کا آخری صفحہ پڑھا گیا:

"اگر مجھے کچھ ہوا، تو ذمہ دار میرا چچا سلیم علی ہو گا۔"

تیسرا ثبوت: گواہ

زیرک خان کٹہرے میں آیا۔

اس نے سر جھکا کر کہا:

"میں 8 سال سے سلیم کے لیے کام کرتا رہا ہوں۔

میں نے دھمکایا، رشوت دی، لڑکیوں کو ڈرایا۔

آج میں معافی مانگتا ہوں۔"

سلیم نے پہلی بار سر اٹھایا اور زیرک کی طرف دیکھا۔

صرف ایک لفظ کہا:

"غدار۔"

باہر عدالت کے گیٹ پر 10 ہزار لوگ کھڑے تھے۔

ہر شہر سے آئے ہوئے تھے۔

ہاتھوں میں پلے کارڈز:

"23 کے لیے انصاف"

"خاموش بغاوت زندہ باد"

یہ صرف نورا نسٹیوٹ کی لڑائی نہیں رہی تھی۔

لاہور، کراچی، پشاور——ہر یونیورسٹی سے میسج آ رہے تھے:

"ہمارے پاس بھی ایسی ہی فائلیں ہیں۔"

سہل نے کہا:

"محمل، یہ اب تمہاری لڑائی نہیں رہی۔
یہ ملک کی لڑائی بن گئی ہے۔"

محمل نے جواب دیا:

"تو لڑیں گے۔
کٹہرے میں اکیلی نہیں کھڑی۔
میرے پیچھے 23 لڑکیاں کھڑی ہیں۔"

شام 5 بجے

فیصلہ محفوظ کر لیا گیا۔

جج صاحب نے صرف ایک جملہ کہا:

"عدالت کل صبح 10 بجے فیصلہ سنائے گی۔"

باہر نکلتے ہی *عائشہ* نے محمل کو گلے لگا لیا۔

"تم نے کر دکھایا آپی۔"

محمل نے سر ہلایا، مگر آنکھیں دروازے پر تھیں۔

وہاں ایک آدمی کھڑا تھا۔

کالا کوٹ، سفید داڑھی، آنکھوں میں وہی سایہ جو سلیم کی آنکھوں میں تھا۔

وہ آہستہ بولا، صرف اتنا کہ محمل سن سکے:

"سلیم صرف مہرہ تھا محمل۔

اصل کھیل ابھی شروع ہو گا۔"

اور وہ پلٹ کر چلا گیا۔

محمل نے عمار کی طرف دیکھا۔

عمار نے سر ہلایا:

"ہمیں پتا تھا۔

سلیم کے پیچھے بھی کوئی تھا۔"

محمل نے جیب سے ثنا کی ڈائری نکالی۔

آخری صفحے پر ایک لائن لکھی تھی جو اس نے پہلے نہیں دیکھی تھی:

_"اگر میں مر جاؤں، تو 'دی آرک' کو تلاش کرنا۔

وہی اصل نام ہے۔"_

==========

==

ناول: خاموش بغاوت

قسط12: دی آرک

عدالت سے نکلتے ہی محمل کے فون پر ایک نامعلوم نمبر سے میسج آیا:

"اگر 'دی آرک' کے قریب گئی، تو محمل بھی ختم۔"

اس نے فون بند کر کے جیب میں رکھ لیا۔

ڈر نہیں لگا۔ غصہ آیا۔

"اب پیچھے ہٹنے کا سوال ہی نہیں بنتا،" اس نے عمار سے کہا۔

"دی آرک' کو ڈھونڈنا ہے۔"

رات 1 بجے، ثنا کی ڈائری

محمل نے ڈائری کے آخری صفحے پر لگی ٹیپ اکھیڑی۔

نیچے ایک چھوٹا سا لفافہ چھپا تھا۔

اس میں ایک پرانی رسید تھی۔

"آرک فاؤنڈیشن"

تاریخ:12مارچ2008

رقم:40کروڑروپے

دستخط:وزیرِاعلیٰ پنجاب،مرزااسلم بیگ

محمل کاہاتھ کانپ گیا۔

"وزیرِاعلیٰ...؟"

سہل نے فوری طور پر لیپ ٹاپ کھولا۔

"آرک فاؤنڈیشن... یہ ایک NGO ہے۔ نام پر 'تعلیم برائے غریب بچیوں' لکھا ہے۔

مگر پچھلے 15 سال میں اس نے ایک بھی سکول نہیں کھولا۔

صرف پیسہ آتا ہے... اور غائب ہو جاتا ہے۔"

عمار نے سر اٹھایا:

"یعنی سلیم صرف کیشئر تھا۔

اصل مالک مرزا اسلم بیگ ہے۔

جو آج بھی وزیرِ اعلیٰ ہے۔"

اگلی صبح، عدالت کا دن

فیصلہ سنانے سے پہلے ج نے کہا:

"عدالت ڈاکٹر سلیم علی کو 23 قتل، 40 کروڑ کی کرپشن، اور دہشت گردی کے الزام میں عمر قید کی سزا سناتی ہے۔"

تالیوں کی گونج میں محمل نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

گیلری میں بیٹھا وہی شخص تھا — کالا کوٹ، سفید داڑھی۔

مرزا اسلم بیگ۔

اس نے محمل کی آنکھوں میں دیکھ کر ہونٹوں سے کہا:

"تم ہار گئی ہو۔"

شام 7 بجے، وزیرِ اعلیٰ ہاؤس کے باہر

محمل، عمار اور سہل کھڑے تھے۔

ان کے پیچھے 20 ہزار لوگ تھے۔

ہاتھوں میں ایک ہی نعرہ:

"دی آرک بے نقاب کرو!"

پولیس نے راستہ روک رکھا تھا۔

گیٹ کھلا۔

مرزا اسلم بیگ باہر نکلا۔

اس کے ساتھ 10 گارڈز تھے۔

وہ محمل کے سامنے آکر رکا۔

"تم سمجھتی ہو ایک فائل سے مجھے گرا دو گی؟

میں نے اس ملک کو چلایا ہے محمل۔

تمہاری ماں کو میں نے خاموش کیا تھا۔

تمہیں بھی کر دوں گا۔"

محمل نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"تم نے غلطی کی مرزا صاحب۔

تم نے مجھے ماں کی ڈائری دی۔

اور ڈائری میں تمہاری دستخط والی رسید بھی ہے۔"

اس نے فون اٹھایا اور لائیو آن کر دیا۔

"دیکھو پاکستان!

یہ ہے 'دی آرک'!

یہ ہے وہ شخص جس نے 23 لڑکیوں کو مارا!"

لائیو پر 5 لاکھ لوگ جڑ گئے۔

مرزا نے ہاتھ اٹھایا۔

"گرفتار کرواسے!"

اسی لمحے، پیچھے سے ایک آواز آئی:

"رکو!"

سب مڑے۔

سامنے *آرمی چیف جنرل فیصل خان* کھڑا تھا۔

اس کے پیچھے رینجرز کی گاڑیاں تھیں۔

جنرل نے کہا:

"مرزا اسلم بیگ، تم پر قومی سلامتی کے خلاف سازش کا الزام ہے۔

تم گرفتار ہو۔"

مرزا کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

"تم... تم جانتے ہو میں کس کے لیے کام کرتا ہوں؟"

جنرل نے سرد لہجے میں کہا:

"جانتا ہوں۔

اسی لیے آج تم ختم ہو۔"

رات 12 بجے

محمل ہسپتال کے کمرے میں بیٹھی تھی۔

اس کے ہاتھ میں ثنا کی ڈائری تھی۔

ٹی وی پر بریکنگ نیوز چل رہی تھی:

"وزیرِ اعلیٰ مرزا اسلم بیگ گرفتار۔'دی آرک' بے نقاب۔"

عائشہ نے پوچھا:

"اب خوش ہو آپی"

محمل نے ڈائری بند کی۔

"نہیں۔

کیونکہ ڈائری کے آخری صفحے پر ایک اور نام ہے۔

وہ نام میں پڑھ کر تمہیں نہیں بتا سکتی۔

کیونکہ اگر میں نے بتا دیا...

تو یہ ملک رک جائے گا۔"

اس نے ڈائری سینے سے لگا لی۔

باہر پورا ملک جشن منا رہا تھا۔

مگر محمل جانتی تھی——

اصل جنگ ابھی شروع ہوئی ہے۔

==========

==

ناول: خاموش بغاوت

مرزا اسلم بیگ کی گرفتاری کے بعد ملک میں طوفان آ گیا تھا۔

ہر چینل پر صرف ایک ہی خبر تھی: *"دی آرک بے نقاب"*

مگر محمل کے چہرے پر سکون نہیں تھا۔

کیونکہ اسے پتا تھا—اصل نام ابھی سامنے نہیں آیا۔

رات 2 بجے، محمل کا کمرہ

ثنا کی ڈائری میز پر کھلی پڑی تھی۔

آخری صفحہ، آخری لائن:

_"اگر میں مر جاؤں، تو 'دی آرک' کے بعد اس نام کو تلاش کرنا:

'ایف-7'"_

محمل نے عمار کو فون کیا۔

"ایف-7... یہ کیا ہے؟"

عمار نے 10 منٹ بعد کال بیک کی۔ آواز بھاری تھی۔

"ایف-7 اسلام آباد کا سب سے محفوظ سیکٹر ہے۔

وہاں صرف ایک گھر ہے جس کا نام رجسٹرڈ نہیں ہے۔

لوگ اسے 'خاموش گھر' کہتے ہیں۔

اور وہاں رہنے والا شخص...

صدرِ پاکستان، جنرل ریٹائرڈ راشد محمود ہے۔"

محمل کا سانس رک گیا۔

"صدر...؟"

"ہاں محمل۔

مرزا، سلیم، سب اس کے نیچے کام کرتے تھے۔

وہی اصل 'آرک' کا سربراہ ہے۔

وہی وہ شخص ہے جس نے 15 سال پہلے کہا تھا:

"تعلیم کا مطلب ہے بغاوت۔ اسے روکنا ہو گا۔"

صبح 9 بجے، پریس کلب اسلام آباد

محمل نے لائیو آن کیا۔

پوری قوم دیکھ رہی تھی۔

"میں جھوٹ نہیں بولوں گی،" اس نے کہا۔

"دی آرک' صرف مرزا اسلم بیگ نہیں تھا۔

اس کے اوپر ایک اور شخص ہے۔

وہ شخص جو صدرِ پاکستان ہے۔

جنرل راشد محمود۔"

سکرین سیاہ ہو گئی۔

5 سیکنڈ بعد سوشل میڈیا بند۔

انٹرنیٹ سلو۔

اور محمل کے فون پر کال آئی۔

نمبر: *پرائیویٹ*

دوسری طرف سے آواز آئی—بھاری، پر سکون، خوفناک:

"محمل، میں راشد محمود بول رہا ہوں۔

تم نے غلط دروازہ کھٹکھٹایا ہے بیٹی۔

اب واپس چلی جاؤ۔ ورنہ...

تمہاری ماں کی طرح تم بھی 'خودکشی' کر لو گی۔"

محمل نے فون اسپیکر پر رکھا۔

"جناب صدر،

میں واپس نہیں جاؤں گی۔

کیونکہ میرے پیچھے اب 23 نہیں، 2 کروڑ لڑکیاں کھڑی ہیں۔"

فون بند ہو گیا۔

دوپہر 3 بجے، ایوانِ صدر کے باہر

لاکھوں لوگ جمع تھے۔

نعرے گونج رہے تھے:

"صدر استعفیٰ دو!"

"خاموش بغاوت زندہ باد!"

اندر ایمرجنسی میٹنگ جاری تھی۔

وزیر اعظم نے کہا:

"جناب صدر، اگر آپ استعفیٰ نہیں دیتے تو ملک ٹوٹ جائے گا۔"

راشد محمود نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔

نیچے سمندر کی طرح ہجوم تھا۔

اس نے آہستہ کہا:

"میں نے 40 سال اس ملک کے لیے جنگ لڑی ہے۔

اور آج ایک لڑکی مجھے گرا رہی ہے۔"

وزیرِاعظم نے کہا:

"وہ لڑکی اکیلی نہیں ہے جناب۔

وہ سچ ہے۔"

شام 6 بجے، براہِ راست خطاب

صدر راشد محمود کیمرے کے سامنے بیٹھا تھا۔

چہرہ سخت، مگر تھکا ہوا۔

"میں... میں نے غلطی کی،" اس نے کہا۔

"میں نے سوچا اگر یونیورسٹیاں کھلی رہیں گی، تو یہ ملک ہاتھ سے نکل جائے گا۔

میں نے مرزا اور سلیم کو استعمال کیا۔

میں معافی مانگتا ہوں۔

میں استعفیٰ دیتا ہوں۔"

پورا ملک ساکت ہو گیا۔

محمل نے ٹی وی بند کیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

"ماں... سچ جیت گیا۔"

رات 11 بجے، ایف-7 کا 'خاموش گھر'

صدرِ پاکستان کا استعفیٰ قبول ہو چکا تھا۔

گھر خالی تھا۔

محمل اندر داخل ہوئی۔

کمرے خالی تھے۔

بس ایک کمرے میں ایک ڈیسک پر ایک فائل رکھی تھی۔

کور پر لکھا تھا: *"پراجیکٹ خاموشی"*

اس نے فائل کھولی۔

اندر 1000 نام تھے۔

ہر نام کے آگے ایک تاریخ، ایک جگہ، ایک طریقہ۔

یہ صرف 23 لڑکیاں نہیں تھیں۔

یہ پورے ملک کی فہرست تھی۔

محمل نے آخری صفحہ الٹا۔

نیچے ایک جملہ لکھا تھا، راشد محمود کے ہاتھ سے:

_"اگر کبھی یہ فائل باہر آ گئی، تو سمجھ لینا کہ میں ہار گیا۔

مگر 'خاموشی' کبھی نہیں مرے گی۔

وہ دوبارہ جنم لے گی۔"_

محمل نے فائل بند کی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں جنرل صاحب۔

اب خاموشی مر گئی ہے۔"

==========

==

ناول: خاموش بغاوت

قسط14: روشنی

آخری قسط

فائل کے 1000 نام محمل کے ہاتھ میں تھے۔

ہر نام ایک زندگی تھی۔ ہر تاریخ ایک دفن کیا ہوا سچ تھا۔

اگر وہ یہ فائل پبلک کر دیتی، تو ملک ہل کر رہ جاتا۔

عدالتیں بند ہو جاتیں، سیاست گر جاتی، لوگ سڑکوں پر نکل آتے۔

اور شاید... کبھی واپس نہ لوٹ پاتے۔

محمل نے فائل بند کی اور عمار کی طرف دیکھا۔

"اگر میں نے یہ چھاپ دی، تو ہم جیت جائیں گے۔

مگر ملک ہار جائے گا۔"

عمار نے سر ہلایا۔

"تو پھر کیا کرو گی؟"

محمل نے کہا:

"میں وہی کروں گی جو ماں نے کیا تھا۔

میں سچ کو خاموشی سے نہیں، قانون سے لڑاؤں گی۔"

صبح 10 بجے، سپریم کورٹ

محمل نے فائل جج کے حوالے کی۔

ساتھ ایک درخواست:

_"یہ فائل پبلک نہیں ہو گی۔

یہ فائل صرف ایک خصوصی کمیشن دیکھے گا۔

ہر نام کی الگ سماعت ہو گی۔

ہر مجرم کو الگ سزا ملے گی۔

میں انتقام نہیں چاہتی۔ میں انصاف چاہتی ہوں۔"_

ج نے فائل دیکھی، اور پہلی بار کھڑا ہو گیا۔

"عدالت اس درخواست کو منظور کرتی ہے۔

'پراجیکٹ خاموشی' کے لیے ایک جوڈیشل کمیشن بنے گا۔

اور اس کمیشن کی سربراہ... محمل علی ہوں گی۔"

ہال میں تالیوں کی گونج گونجی۔

شام 6 بجے، نور انسٹیوٹ کا میدان

انسٹیوٹ دوبارہ کھل چکا تھا۔

میدان میں 10 ہزار طلبہ بیٹھے تھے۔

سب کے ہاتھ میں ایک موم بتی تھی۔

محمل اسٹیج پر آئی۔

سر پر اب کوئی پٹی نہیں تھی۔

آواز میں اب کوئی ڈر نہیں تھا۔

"آج سے 15 سال پہلے، میری ماں ثنا نے کہا تھا:

'سچ مرتا نہیں، وہ صرف سو جاتا ہے۔'

آج میں کہتی ہوں:

سچ جاگ گیا ہے۔

اور اب یہ کبھی نہیں سوئے گا۔

نور انسٹیوٹ کا مطلب اب صرف ڈگری نہیں ہے۔

نور کا مطلب ہے روشنی۔

اور روشنی کا مطلب ہے سوال کرنا۔

اگر کل کو کوئی 'سر' تمہیں خاموش کرنا چاہے،

تو یاد رکھنا...

تم اکیلی نہیں ہو۔

تمہارے پیچھے 1000 نام کھڑے ہیں۔

تمہارے پیچھے میں کھڑی ہوں۔

تمہارے پیچھے پورا پاکستان کھڑا ہے۔"

میدان میں نعرہ گونجا:

"خاموش بغاوت زندہ باد!"

مگر اس بار یہ نعرہ نفرت کا نہیں تھا۔

یہ امید کا تھا۔

رات 12 بجے، قبرستان

محمل ماں کی قبر پر بیٹھی تھی۔

ہاتھ میں ڈائری تھی۔

اس نے آخری صفحے پر لکھا:

_"ماں،

آج میں نے آپ کا وعدہ پورا کر دیا۔

سچ جاگ گیا ہے۔

میں نے فائل نہیں جلائی۔

میں نے نفرت نہیں پھیلائی۔

میں نے صرف ایک کمیشن بنایا ہے۔

شاید کل کو پھر کوئی 'سر' پیدا ہو جائے۔

مگر اب ہم خاموش نہیں رہیں گے۔

تم سو جاؤ ماں۔

اب میں جاگ رہی ہوں۔"_

اس نے ڈائری قبر پر رکھ دی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

پیچھے سے عائشہ آئی۔

"اب کہاں آپی؟"

محمل نے مسکرا کر کہا:

"نور انسٹیوٹ۔

کل سے میں وہاں پروفیسر ہوں۔

اور میرا پہلا لیکچر کا عنوان ہے:

'سوال کیسے کیا جاتا ہے'۔"

ایک سال بعد

نورانسٹیوٹ کا بورڈ تبدیل ہو چکا تھا۔

23 کیسز میں سزائیں ہو چکی تھیں۔

1000 ناموں میں سے 847 پر تحقیقات مکمل ہو چکی تھیں۔

اور 'خاموش بغاوت' اب کوئی تحریک نہیں رہی تھی۔

وہ ایک قانون بن چکی تھی:

"ہر طالب علم کو سوال پوچھنے کا حق ہے۔"

محمل کلاس میں کھڑی تھی۔

سامنے 200 نئے طلبہ بیٹھے تھے۔

اس نے بلیک بورڈ پر لکھا:

"سچ کیا ہے؟"

ایک لڑکی نے ہاتھ اٹھایا۔

"میم، سچ وہ ہے جو ڈر سے نہیں مرتا۔"

محمل مسکرائی۔

" صحیح جواب۔

آج کا لیکچر شروع ہوتا ہے۔"

ایپیلاگ: چائے اور باتیں

نور انسٹیوٹ کی پرانی کینٹین اب نئی لگتی تھی۔

دیواروں پر رنگ ہو چکا تھا، اور کونے میں ایک بورڈ لگا تھا:

"سوال کرنے کی جگہ"

شام 5 بجے، محمل، عمار اور سہل وہیں بیٹھے تھے۔

سامنے تین کپ چائے، اور درمیان میں ایک خالی کرسی۔

سہل نے چائے کا گھونٹ لیا اور بولا:

"پتا ہے، آج پہلی بار کینٹین میں کوئی زیرک نہیں چلا رہا تھا۔

عجیب سا سکون ہے۔"

عمار ہنسا:

"سکون تمہیں عجیب لگتا ہے؟

تمہیں تو لڑائی کے بغیر نیند نہیں آتی۔"

محمل نے خالی کرسی کی طرف دیکھا۔

"یہ کرسی ماں کے لیے ہے۔

ہر شام میں یہاں بیٹھ کر اسے بتاتی ہوں کہ آج ہم نے کیا سیکھا۔"

ایک لمحہ خاموشی رہی۔

پھر عائشہ دوڑتی ہوئی آئی اور خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"اب یہ کرسی خالی نہیں رہے گی۔

میں بھی اس بغاوت کا حصہ ہوں نا؟"

محمل نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"تم تو شروع سے ہو۔"

تینوں نے چائے اٹھائی۔

کینٹین کے باہر شام کا سنہری اجالا پھیل رہا تھا۔

سہل نے آہستہ کہا:

"تو... کل کا لیکچر کس پر ہے؟"

محمل نے مسکرا کر کہا:

"'امید کیسے زندہ رکھتے ہیں'۔

کیونکہ بغیر امید کے، سوال بھی مر جاتا ہے۔"

عمار نے دونوں کی طرف دیکھا۔

"چلو، اب چلیں۔

کل کو پھر کوئی 'سر' پیدا ہو گیا،

تو ہمیں تیار رہنا ہے۔"

تینوں اٹھے۔

کینٹین کا دروازہ کھلا رہ گیا۔

اور باہر، ہال میں سینکڑوں طلبہ اب بھی بیٹھے سوال کر رہے تھے۔

ختم

The End

مصنف کا نوٹ:

'خاموش بغاوت' صرف ایک کہانی نہیں تھی۔

یہ ہر اس لڑکی کی کہانی ہے جسے کہا گیا "چپ رہو"۔

اور ہر اس لڑکے کی کہانی ہے جس نے کہا "نہیں"۔

سچ مرتا نہیں۔

وہ صرف اس وقت تک سوتا ہے،

جب تک کوئی اسے جگانے نہ آئے۔

==========*خاموشی اور روشنی کے درمیان*

سچ سب سے عجیب چیز ہے۔

اسے دفن کر دو، وہ چیخ بن جاتا ہے۔

اسے جلا دو، وہ راکھ سے بھی بولتا ہے۔

اور اگر اسے چھوڑ دو، تو وہ خود اپنا راستہ بنا لیتا ہے۔

ہم سب کے اندر ایک "نور انسٹیوٹ" ہوتا ہے۔

کبھی کبھی وہاں ایک "سر" بیٹھ جاتا ہے——

جو کہتا ہے چپ رہو،

جو کہتا ہے سوال مت کرو،

جو کہتا ہے تم اکیلے ہو۔

لیکن اکیلا وہی ہوتا ہے جو سوال کرنا چھوڑ دے۔

جس دن تم نے ایک بار بھی کہا "کیوں؟"،

اسی دن تمہاری خاموشی ٹوٹ جاتی ہے۔

بغاوت بندوق سے نہیں ہوتی۔

بغاوت تب ہوتی ہے جب ایک ڈری ہوئی لڑکی کلاس میں کھڑی ہو کر پوچھ لے:

"سچ کیا ہے؟"

اور جب وہ سوال ہوا میں گونجتا ہے،

تو دیواریں گرنے لگتی ہیں۔

وہ دیواریں جو 15 سال سے کھڑی تھیں۔

وہ دیواریں جو نام، عہدے، طاقت سے بنی تھیں۔

روشنی کا کام اندھیرے کو گالی دینا نہیں ہے۔

روشنی کا کام بس جلنا ہے۔

باقی اندھیرا خود ختم ہو جاتا ہے۔

تو اگر آج تم خاموش ہو،

تو یاد رکھو:

تمہارے اندر بھی ایک محمل بیٹھی ہے۔

بس اسے آواز دینی ہے۔

کیونکہ سچ مرتا نہیں۔

وہ صرف اس وقت تک سوتا ہے،

جب تک کوئی اسے جگانے نہ آئے۔

اور شاید... آج وہ تم ہو

_==========

میری محنت، میری کہانی

یہ جو آپ سب نے ابھی "خاموش بغاوت" پڑھی ہے، یہ صرف الفاظ نہیں ہیں۔

یہ میری راتوں کی نیند ہے اور میرے اندر کے سوال ہیں۔

میرا نام *اقراء قریشی* ہے۔ میں نے یہ ناول ایک کم عمری میں تحریر کیا ہے۔ یہ ناول میں نے 15 سال کی عمر میں لکھا ہے۔

اس عمر میں لڑکیاں عموماً امتحان، دوستیاں اور ڈرامے کے بارے میں سوچتی ہیں۔

میں رات کو چھپ کر کاپی پر ناول کو اپنے الفاظ میں لکھتی اور سوچتی تھی:

"اگر ایک لڑکی کی آواز دبا دی جائے، تو وہ کیا کرے گی؟"

اور پھر محمل پیدا ہوئی۔

مجھے کسی نے نہیں سکھایا کہ ناول کیسے لکھتے ہیں۔

نہ کوئی استاد تھا، نہ کوئی رہنمائی۔

بس ایک موبائل تھا، جس کی روشنی میں رات 2 بجے تک لکھتی رہتی۔

کئی بار والدین نے کہا "سو جاؤ"،

میں کہتی "بس ایک سین باقی ہے"۔

اور وہ ایک سین اکثر صبح تک کھنچ جاتا۔

سب سے مشکل کام یہ تھا کہ میں خود ڈرتی تھی۔

ڈرتی تھی کہ لوگ کیا کہیں گے؟

"اتنی چھوٹی عمر میں ایسی باتیں؟"

"یہ لڑکی بہت زیادہ سوچتی ہے"۔اور یہ میری سوچ حقیقت میں بدل گئی اب بہت سے لوگ مجھ سے یہی سوال کرتے ہیں۔

لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ محمل بھی ڈرتی تھی،

مگر اس نے بولنا نہیں چھوڑا۔

اس لیے میں نے بھی نہیں چھوڑا۔

یہ ناول میں نے کسی انعام کے لیے نہیں لکھا۔

میں نے اس لیے لکھا کہ میں جانتی ہوں کیسا لگتا ہے جب تمہیں کہا جائے "چپ رہو"۔

میں جانتی ہوں کیسا لگتا ہے جب تمہارے سوال کو "بدتمیزی" کہہ دیا جائے۔

اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ ایک دن، ایک سوال، پوری دیوار گرا سکتا ہے۔

آج جب تم یہ پڑھ رہے ہو، تو سمجھ لو کہ یہ صرف کہانی نہیں۔

یہ میری 15 سال کی عمر کی ہمت ہے۔

میری وہ راتیں ہیں جن میں نے سونے کی بجائے لکھنا چنا۔

میری وہ ضد ہے کہ اگر دنیا مجھے چھوٹا سمجھے، تو میں اپنی سوچ کو بڑا کر دوں۔

اگر اس تحریر نے تمہارے دل میں ایک بھی سوال جگا دیا ہے،

تو میری محنت کامیاب ہو گئی۔

کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ تم مجھے یاد رکھو۔

میں چاہتی ہوں کہ تم اپنے اندر کی محمل کو یاد رکھو۔

——اقراء قریشی

15 سال کی عمر میں لکھی گئی "خاموش بغاوت" کی مصنفہ